Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 113-130
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

قرآن مجید بحیثیت متشابہ کلی: اصولی مواقف کا تجزیاتی مطالعہ

The Qur'ān as Fully Allegorical Revelation: An Analytical Study of Principled Opinions

1. **Hafiz Muhammad Sarmad Siddiqi** sarmadsiddiqui396@gmail.com	*PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.*
2. **Dr. Asim Naeem** asimnaeem.is@pu.edu.pk	*Professor / Director, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.*

How to Cite:	Hafiz Muhammad Sarmad Siddiqi and Dr. Asim Naeem. 2026: "The Qur'ān as Fully Allegorical Revelation: An Analytical Study of Principled Opinions". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 113-130.
Article History:	**Received**: 18-02-2026 · **Accepted**: 20-03-2026 · **Published**: 25-03-2026
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	cc BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI · ADVANCED SCIENCES INDEX · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor Academic Scientific Journals · ASIAN Research Index · SCI · Google Scholar · اشاریہ اردو جرائد · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE *of Social Sciences Research & Development*

قرآن مجید بحیثیت تشابہ کلی: اصولی مواقف کا تجزیاتی مطالعہ

The Qur'ān as Fully Allegorical Revelation: An Analytical Study of Principled Opinions

1. **Hafiz Muhammad Sarmad Siddiqi**
   PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
   sarmadsiddiqui396@gmail.com

2. **Dr. Asim Naeem**
   Professor / Director, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
   asimnaeem.is@pu.edu.pk

Abstract

One of the significant attributes of the Qurʾān is *tashābuh* (تشابہ), which has been mentioned in various contexts within the Qurʾān itself. When this term is applied to the Qurʾān, its meaning extends beyond a merely lexical sense and encompasses entire verses. This naturally raises an important question: what does it mean to describe the Qurʾān as *mutashābih*, and in what sense does this attribute apply to it? While at one place the Qurʾān categorizes some of its verses as *muḥkam* and others as *mutashābih*, at another it refers to the whole Qurʾān as *kitāban mutashābihan*('كتاباً متشابها). This apparent variation may give rise to the problem of whether *tashābuh* is a partial attribute of the Qurʾān or a universal one. If it is universal, what then is its precise implication? Does this characterization suggest an inherent ambiguity in the overall meaning of the Qurʾān, or does it point toward a different underlying reality? To address this fundamental question, the present study first examines the classification of *muḥkam* and *mutashābih* verses, and then analyzes the views of classical exegetes (*mufassirūn*) and scholars of *ʿulūm al-Qurʾān* regarding the notion of the Qurʾān as entirely *mutashābih*.

Keywords: *Qurʾān, Tashābuh, Mutashābih, Muḥkam, Tafsīr, Mufassirūn, ʿUlūm al-Qurʾān, Qurʾānic Hermeneutics, Catagorical, Allegorical.*

تمہید

قرآنِ مجید کی آیات کے اوصاف میں سے ایک اہم وصف "تشابہ" ہے، جس کا ذکر خود قرآن نے مختلف مواقع پر کیا ہے۔ جب یہ لفظ قرآن کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کا مفہوم محض لغوی سطح پر محدود نہیں رہتا بلکہ مکمل آیات پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سوال از خود پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کو "متشابہ" قرار دینے کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ وصف کس اعتبار سے اس پر صادق آتا ہے؟ اگر ایک مقام پر قرآن اپنی بعض آیات کو محکم اور بعض کو متشابہ قرار دیتا ہے، تو دوسرے مقام پر پورے قرآن کو "کتاباً متشابہاً" کہا گیا ہے۔ اس ظاہری تنوع سے یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا تشابہ قرآن کا جزوی وصف ہے یا کلی؟ اور اگر کلی ہے تو اس کا مفہوم کیا ہوگا؟ کیا یہ تشابہ قرآن کے کلیتاً معنوی ابہام پر دلالت کرتا ہے یا کسی اور حقیقت کی طرف اشارہ ہے؟ اس بنیادی سوال کی تفہیم کے لیے مقالہ ہذا میں پہلے تشابہ کا معنیٰ و مفہوم اور محکم و متشابہ کی تقسیم، پھر قرآن مجید کے کلیتاً متشابہ ہونے کی بابت مفسرین کی آراء اور ماہرین علوم قرآن کے مواقف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

متشابہ کا لغوی مفہوم

لغت عرب میں متشابہ درج ذیل معانی میں مستعمل ہے:

1. التماثل والتساوی
2. الاشکال والالتباس

کبھی "متشابہ" تماثل وتساوی کا معنی دیتا ہے۔[1] ابن منظور نے لسان العرب میں "متشابہ" کے معنیٰ تماثل کے مفہوم میں اس طرح بیان کیے:

شبه: الشِّبْهُ والشَّبَهُ والشَّبِيهُ: المِثْلُ، وَالْجَمْعُ أَشْباهٌ. وأَشْبَه الشيءُ الشيءَ: مَاثَلَهُ. وَفِي الْمَثَلِ: مَنْ أَشْبَه أَباه فَمَا ظَلَم. وأَشْبَه الرجلُ أُمَّه: وَذَلِكَ إِذا عَجَزَ وضَعُفَ.[2]

الشبہ کا معنیٰ ہے "مثل" اور اس کی جمع "اشباہ" ہے۔ اور اس نے ایک شے کو دوسری شے سے تشبیہ دی یعنی مثل قرار دیا۔ جیسے کہاوت ہے کہ جس نے اپنے باپ کی تشبیہ اختیار کی اس نے ظلم نہیں کیا اور جس مرد نے اپنے ماں کی تشبیہ اختیار کی تو وہ عاجز اور کمزور ہو گیا۔

اور شبہ بفتح فاکلمہ میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وَبَيْنَهُمَا شَبَه بِالتَّحْرِيكِ، وَالْجَمْعُ مَشَابِهُ عَلَى غَيْرِ قِيَاسٍ، كَمَا قَالُوا مَحاسِن ومَذاكير. وأَشْبَهْتُ فُلَانًا وشابَهْتُه.[3]

ان دونوں کے درمیان شباہت ہے اور ش پر زبر کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس کی جمع "مشابہ" سماعی ہے جیسے کہ "محاسن" اور "مذاکیر" ہے۔ میں نے فلان شخص سے مشابہت رکھی یعنی میں نے اس کی تمثیل اختیار کی۔

متشابہ کے معنیٰ کبھی تساوی کے مفہوم میں ہوتے ہیں:

واشْتَبَه عَلَيَّ وتَشابَه الشيئانِ واشْتَبَها: أَشْبَهَ كلُّ واحدٍ مِنْهُمَا صاحِبَه. وَفِي التَّنْزِيلِ: مُشْتَبِهاً وَغَيْرَ مُتَشابِهٍ.[4]

اور مجھ پہ مشتبہ ہوا اور دو چیزیں ایک دوسرے سے مشابہ ہو گئیں یعنی ایک جیسی ہو گئیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے مشابہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ: کچھ چیزیں آپس میں مشابہ ہیں اور کچھ نہیں

"متشابہ" بمعنی التباس کے بھی مستعمل ہے۔[5] جیسا کہ روایت میں ہے کہ:

وَفِي حَدِيثِ حُذَيْفَةَ: وذكر فتنة فقال تشبه مقبلة وتبين مدبرة؛ قال شمر: معناه أن الفتنة إذا أقبلت شبهت على القوم وأرتهم أنهم على الحق حتى يدخلوا فيها ويركبوا منها ما لا يحل، فإذا أدبرت وانقضت بان أمرها، فعلم من دخل فيهاأنه كان على الخطأ. والشبهة: الالتباس.[6]

اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں انہوں نے فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "جب وہ آتی ہے تو شبہات کی صورت اختیار کرتی ہے، اور جب پیچھے ہٹتی ہے تو واضح ہو جاتی ہے۔" اور شمر نے کہا: فتنہ جب سامنے آتا ہے تو لوگوں پر مشتبہ ہو جاتا ہے اور انہیں دکھائی دیتا ہے کہ وہ حق پر ہیں حتیٰ کہ وہ اس فتنے میں داخل ہو جاتے ہیں اور ایسے اعمال کرتے ہیں جو جائز نہیں ہوتے۔ پھر جب وہ فتنہ ختم ہوتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے، تو اس کی حقیقت کھل جاتی ہے، اور تب ان لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر تھے۔ شبہ سے مراد التباس ہے۔

اسی طرح متشابہ بمعنی اشکال کے مفہوم کو ابن منظور نے واضح کرنے کے لیے امام لیث کا قول نقل کیا ہے کہ:

وقال الليث: المشتبهات من الأمور المشكلات. وتقول: شبهت علي يا فلان إذا خلط عليك. واشتبه الأمر إذا اختلط.[7]

اور امام لیث نے کہا کہ مشتبہات وہ امور ہیں جو مشکل اور غیر واضح ہوں۔ یعنی آپ کہو کہ اے فلاں آپ نے یہ معاملہ مجھ پر مشتبہ کر دیا ہے جب کہ اس نے گڈمڈ کر دیا ہو۔ اشتبہ الامر جب معاملہ گڈمڈ ہو گیا۔

صاحب المنار نے بھی تشابہ کی لغوی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

والمتشابه في اللغه يطلق على ماله افراد او اجزاء يشبه بعضها بعضا وعلى ما يشتبه من الامر اي يلتبس۔[8]

متشابہ لغت میں کہتے ہیں جو اپنے افراد یا اجزاء کے مشابہ ہو جس کی بنا پر معاملہ مشتبہ یعنی ملتبس ہو جائے۔

متشابہ: اصطلاحی مفاہیم

متشابہ کے لغوی معانی کی طرح اصطلاحی معانی بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اہل علم سے متشابہ کی بابت کئی اقوال مروی ہیں۔

امام زرکشی نے البرہان فی علوم القرآن میں متشابہ کے اصطلاحی معانی کے بارے لکھا ہے کہ:

واختلفوا فيه فقيل: هو المشتبه الذي يشبه بعضه بعضا وقيل: هو المنسوخ الغير معمول به وقيل: القصص والأمثال وقيل: ما أمرت أن تؤمن به وتكل علمه إلى عالمه وقيل: فواتح السور وقيل ما لا يدرى إلا بالتأويل ولا بد من صرفه إليه كقوله: تجري بأعيننا[9] و على ما فرطت في جنب الله[10] وقيل: الآيات التي يذكر فيها وقت الساعة ومجيء الغيث وانقطاع الآجال كقوله: إن الله عنده علم الساعة[11] وقيل: ما يحتمل وجوها والمحكم ما يحتمل وجها واحدا وقيل: مالا يستقل بنفسه إلا برده إلى غيره وقيل: غير ذلك وكلها متقارب۔[12]

متشابہ کے اصطلاحی معانی کی بابت علماء میں اختلاف ہو گیا متشابہ وہ ہے جس کے بعض حصے دوسرے حصوں سے مشابہ (مماثل) ہوں کچھ نے کہا: متشابہ وہ آیات ہیں جن کا حکم منسوخ ہو چکا ہو، یعنی اب ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ بعض کے نزدیک: متشابہات وہ ہیں جو "قصے" اور "مثالیں" ہیں اور بعض کے نزدیک وہ آیات جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا کہ ان پر ایمان لاؤ، لیکن ان کی حقیقت اور گہرائی کا علم صرف اللہ کے پاس ہے جبکہ بعض مفسرین کے مطابق: قرآن کی وہ آیات جن سے سورتیں شروع ہوتی ہیں اور کچھ علماء اس رائے کی طرف گئے ہیں: وہ آیات جن کا مفہوم ظاہر سے واضح نہیں، اور ان کی تاویل کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں اور جن کا ظاہری مطلب لیے بغیر، انہیں کسی اور معنی کی طرف پھیرے بغیر چارا نہیں مثلا: تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا اور عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنبِ اللَّهِ اور بعض کی رائے ہے کہ وہ آیات جن میں قیامت کا وقت، بارش کے آنے کا وقت، اور لوگوں کی موت کا ذکر ہو۔ مثلا: اِنَّ اللّٰہَ عندہ علم الساعۃ۔ اور بعض نے کہا: متشابہ وہ ہے جو کئی معنوں کا احتمال رکھتا ہو، جبکہ محکم وہ ہے جس کا صرف ایک واضح مطلب ہو۔ اور کچھ علماء کی ب رائے ہے کہ متشابہ وہ آیت ہے جو اپنے آپ میں مکمل معنی نہیں دیتی، بلکہ اس کو کسی دوسری آیت یا دلیل سے جوڑنا پڑتا ہے اور بھی معانی ہیں اور یہ سارے کے سارے متقارب ہیں۔

علامہ ابن عطیہؒ متشابہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الايات المتشابهات هي التي فيها نظر وتحتاج الى تاويل.[13]

آیت متشابہات وہ ہیں کہ جس میں اشکال ہو اور وہ تاویل کے محتاج ہوں۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے تشابہ کی تعریف یوں کی ہے کہ:

فالتشابه الخاص هو مشابهة الشيء لغيره من وجه مع مخالفته له من وجه آخر، بحيث يشتبه على بعض الناس أنه هو أو هو مثله۔[14]

تشابہ خاص وہ ہے کہ جس میں کوئی چیز کسی وجہ سے اپنے غیر کے مشابہ ہو باوجود اس کے کہ ان میں اختلاف ہو اس حیثیت سے کہ بعض لوگ اسے ایک جیسا سمجھے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القران میں متشابہ کی 14 تعریفات ذکر فرمائی ہیں:

1. المتشابه ما استأثر الله بعلمه كقيام الساعة وخروج الدجال والحروف المقطعة في أوائل السور۔[15]یعنی متشابہ وہ ہے کہ جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے جیسے قیامت کا قائم ہونا اور دجال کا خروج اور سورتوں کے اوائل کے حروف مقطعات یہ سب متشابہ ہیں۔
2. المحكم ما وضح معناه والمتشابه نقيضه۔[16]یعنی محکم وہ ہے کہ جس کا معنی خود واضح ہو اور جو اس کے برعکس ہے وہ متشابہ ہے۔
3. المتشابه ما احتمل أوجها.[17]یعنی متشابہ وہ ہے جو کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہو۔
4. المحكم ما كان معقول المعنى و المتشابه بخلافه كأعداد الصلوات واختصاص الصيام برمضان دون شعبان قاله الماوردي. [18]یعنی محکم جس کی بات عقل میں آجائے اور متشابہ اس کے برخلاف ہے۔ جیسے نماز کی رکعات کی تعداد اور رمضان میں ہی روزوں کا ہونا نہ کہ شعبان میں اور یہ قول امام ماوردی کا ہے۔
5. المتشابه ما لا يستقل بنفسه إلا برده إلى غيره.[19]یعنی جو چیز فہم معنیٰ میں غیر کی محتاج ہو اور مستقل بنفسہ نہ ہو۔
6. المتشابه ما لا يدري إلا بالتأويل.[20]جو تاویل بغیر سمجھ نہیں آئے۔
7. الْمُحْكَمُ مَا لَمْ تَتَكَرَّرْ أَلْفَاظُهُ ومقابله المتشابه.[21] محکم وہ ہے کہ جس کے الفاظ میں تکرار نہ ہو اور اس کا مقابل متشابہ ہے۔
8. المتشابه القصص والأمثال.[22]متشابہ قصص اور امثال ہیں۔
9. حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محکم کی یہ تعریف منقول ہے کہ "المتشابهات منسوخه ومقدمه ومؤخره وأمثاله وأقسامه وما يؤمن به ولا يعمل به"۔[23]یعنی متشابہات قرآن کے منسوخ، مقدم، مؤخر، امثال، قسموں اور ان باتوں کا نام ہے جن پر ایمان لایا جاتا ہے اور جن پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔
10. مفسر امام مجاہدؒ سے بھی متشابہ کی ایک تعریف منقول ہے۔" الْمُحْكَمَاتُ مَا فِيهِ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وما سوى ذلك منه متشابه يصدق بعضه بعضا".[24]یعنی محکمات وہ ہیں کہ جن میں حلال اور حرام ہوتا ہے اور اس کے سوا جس قدر حصہ ہے اس میں بعض حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کرتا ہے۔
11. ابن ابی حاتم نے ہی اسحاق بن سوید سے روایت کی ہے کہ: يحيى بن يعمر وأبا فاختة تراجعا في هذه الآية فقال:

أبو فاختة فواتح السور وقال: يحيى الفرائض والأمر والنهي والحلال.[25] یحییٰ بن یعمر اور ابو فاختہؒ دونوں نے اس آیت کے بارے بحث کی ہے ابو فاختہ نے کہا ہے: اس سے سورتوں کے فواتح مراد ہیں اور یحیٰ نے کہا: نہیں بلکہ فرائض ،امر، نہی اور حلال مراد ہیں۔

12. امام ضحاکؒ سے محکمات کی تعریف منقول ہے۔"المتشابهات ما قد نسخ "[26] کہ متشابہات وہ ہیں جنہیں منسوخ کیا گیا۔

13. ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حبان سے روایت کی ہے کہ "المتشابهات فيما بلغنا آلم والمص والمر والر".[27] کہ متشابہات اس خبر کی بنیاد پر جو ہم کو پہنچی ہے الم، المص، المر اور الر۔

14. ابن أبي حاتم وقد روي عن عكرمة وقتادة وغيرهما أن المحكم الذي يعمل به والمتشابه الذي يؤمن به ولا يعمل به.[28] کہ عکرمہ اور قتادہ اور دیگر علماء سے ابن ابی حاتم کا قول مروی ہے کہ محکم وہ قرآن ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے اور متشابہ وہ ہے جس پر ایمان لانا تو ضروری ہے مگر عمل نہیں کیا جاتا۔

مناہل العرفان میں علامہ زرقانیؒ نے متشابہ کی بابت علماء کے چند اقوال نقل کیے ہیں:

- حنفیہ کی تعریف: المتشابه فهو الخفي الذي لا يدرك معناه عقلا ولا نقلا وهو ما استأثر الله تعالى بعلمه كقيام الساعة والحروف المقطعة في أوائل السور.[29] یعنی متشابہ ایسا مخفی حکم ہے جس کے مفہوم کا ادراک نہ عقلاً ہو سکتا ہو اور نہ نقلاً۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا ہو، جیسے قیامت کا قائم ہونا، سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات کا وجود۔
- اہل سنت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے متشابہ کی تعریف یوں فرمائی کہ: والمتشابه فهو ما استأثر تعالى بعمله كقيام الساعة وخروج الدجال والحروف المقطعة في أوائل السور.[30] یعنی متشابہ وہ ہے کہ جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے جیسے قیامت کا قائم ہونا، خروج دجال اور سورتوں تداء کے حروف مقطعات وغیرہ۔
- علامہ زرقانیؒ اصولین کی تعریف کو ذکر کرتے ہیں کہ: أما المتشابه فهو ما احتمل أوجها.[31] کہ متشابہ وہ ہے جو تاویل کی تمام وجوہ کا احتمال رکھتا ہو۔
- امام احمد بن حنبلؒ کی تعریف: أما المتشابه فهو الذي لا يستقل بنفسه بل يحتاج إلى بيان فتارة يبين بكذا وتارة يبين بكذا لحصول الاختلاف في تأويله.[32] یعنی متشابہ وہ ہے جو مستقل بنفسہ نہ ہو بلکہ بیان و توضیح کا محتاج ہو اس کی تاویل میں اختلاف کے سبب اسے مختلف طریقوں سے بیان کیا جاتا ہو۔
- امام الحرمین علامہ جوینی کی طرف متشابہ کی ایک تعریف منسوب ہے جو کہ یوں ہے: المتشابه فهو الذي لا يحيط العلم بمعناه المطلوب من حيث اللغة إلا أن تقترن به أمارة أو قرينة ويندرج المشترك في المتشابه بهذا المعنى.[33] یعنی متشابہ وہ ہے جو لغوی اعتبار سے اپنے مرادی معنیٰ کا احاطہ نہ کرتا ہو جب تک کہ کوئی قرینہ یا علامت اس کے ساتھ متصل نہ ہو اس معنی میں مشترک بھی اس میں داخل ہو گا۔
- امام طیبیؒ کی تعریف: ومنها أن المحكم هو الواضح المعنى الذي لا يتطرق إليه إشكال مأخوذ من الإحكام وهو الإتقان أما المتشابه فنقيضه وينتظم المحكم على هذا ما كان نصا وما كان ظاهرا وينتظم المتشابه ما كان من الأسماء المشتركة وما كان من الألفاظ الموهمة للتشبيه في حقه سبحانه .[34] کہ محکم وہ واضح المعنیٰ لفظ ہے کہ

جس کا معنیٰ گنجلک نہ ہو اور یہ احکام سے ماخوذ ہے اور وہ پختہ ہونا ہے۔ متشابہ وہ ہے جو اس کے بر خلاف ہو، بنابریں "محکم" ظاہر اور نص کو اور "متشابہ" اسماء مشترکہ اور حق تعالیٰ کی ذات کے بارے تشبیہ کا وہم ڈالنے والے الفاظ کو شامل ہو گا۔

- امام رازیؒ کی تعریف: أما المتشابه فما كانت دلالته غير راجحة وهو المجمل والمؤول والمشكل۔[35] یعنی متشابہ وہ ہے جس کی دلالت راجح نہ ہو اور اس میں مجمل، مؤول اور مشکل آتا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے متشابہ کی توضیح یوں فرمائی کہ:

والمتشابه هو ما احتمل معنيين إما لسبب: احتمال رجوع الضمير إلى مرجعين، مثل أن يقول شخص: "أما إن الأمير أمرني أن ألعن فلانا، لعنه الله" (فيحتمل أن يرجع الضمير إلى الأمير أو إلى فلان) .أو لاشتراك الكلمة في معنيين مثل كلمة "لامستم" تأتي بمعنى الجماع واللمس باليد أيضاً.أو لاجتماع العطف على القريب والبعيد، مثل قوله - تعالى -: {وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ} في قراءة الكسر. أو لاحتمال العطف والاستيناف، كما في قوله - تعالى -: {وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ} الآية.[36]

متشابہ وہ ہے جو دو معنوں کا احتمال رکھتا ہو اس کا سبب ہو سکتا ہے۔ 1: ضمیر کے دو مراجع کے احتمال کی وجہ سے۔ مثلاً: ایک شخص کہے: امیر نے مجھے حکم دیا کہ میں فلاں شخص کو لعنت کروں، اللہ نے اس پر لعنت کی۔ (پس یہ ضمیر احتمال رکھتی ہے امیر اور فلاں دونوں کی طرف لوٹنے کا) 2: مشترک المعنیٰ لفظ کی وجہ سے۔ جیسے: کلمہ "لامستم" یہ لمس بالید اور جماع دونوں معانی میں مستعمل ہے۔ 3: عطف کے قریب و بعید ہونے کی وجہ سے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد وَامۡسَحُوا بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ قرات بالکسرہ میں۔ 4: عطف اور استیناف کے احتمال کی وجہ سے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وَمَا يَعۡلَمُ تَأۡوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلۡعِلۡمِ يَقُولُونَ۔

القاموس الفقہی میں متشابہ کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

هو الذي يقابل المحكم، وهو ما أشكل تفسيره لمشابهته غيره. إما من حيث اللفظ، أو من حيث المعنى، أو من حيث اللفظ والمعنى معا.[37]

یہ محکم کے مقابل ہوتا ہے، اور وہ متشابہ ہے جس کی تفسیر مشکل ہو جائے اس کے غیر سے مشابہ ہونے کی وجہ سے۔ یہ مشابہت یا تو لفظ کے لحاظ سے ہوتی ہے، یا معنی کے لحاظ سے، یا لفظ و معنی دونوں کے لحاظ سے۔

ان تمام لغوی و اصطلاحی تعریفات کے مجموعی تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ متشابہ کا مفہوم محض ابہام تک محدود نہیں بلکہ اس کی بنیاد تماثل، تساوی اور اشتباہ کے باہمی تعلق پر قائم ہے۔ لغوی طور پر یہ لفظ کبھی اشیاء کے باہمی مشابہ اور مماثل ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور کبھی اس مشابہت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے التباس اور اشکال کو ظاہر کرتا ہے۔ اصطلاحی سطح پر اہلِ علم نے متشابہ کی متعدد جہات بیان کی ہیں، تاہم ان سب میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ متشابہ وہ نص ہے جس کا مفہوم یا تو بادی النظر میں واضح نہیں ہوتا، یا وہ متعدد معانی کا احتمال رکھتا ہے، یا اس کی تعیین کے لیے قرائن، تاویل یا کسی خارجی دلیل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بعض نے اسے ان امور تک محدود کیا ہے جن کا علم صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے، جبکہ دیگر نے اسے ایسی آیات پر محمول کیا ہے جو اپنی دلالت میں غیر راجح، مجمل یا محتمل الوجوہ ہوں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ متشابہ ایک ایسا مفہوم ہے جو ظاہری مماثلت اور باطنی خفاء کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے، اور تفہیم کے لیے محض لفظی دلالت کافی نہیں بلکہ اصولی و تفسیری مناہج کی رہنمائی ناگزیر ہوتی ہے۔

محکم و متشابہ کی تقسیم

محکمات و متشابہات کی تقسیم کے باب میں اہلِ علم نے اصولی سطح پر دو جہات کو ملحوظ رکھا ہے، اور اس تفریق کی باقاعدہ توضیح سب سے پہلے ابن عربی نے پیش کی۔[38] ان کے نزدیک قرآن مجید کے احکام و تشابہ کی ایک تقسیم وہ ہے جو لغوی بنیادوں پر قائم ہے، جہاں "محکم" اور "متشابہ" اپنے اصل مادّی معانی کے اعتبار سے سمجھے جاتے ہیں اس کو "عام" کہتے ہیں جبکہ دوسری تقسیم وہ ہے جو خود قرآن مجید کی نص یعنی سورۃ آلِ عمران کی آیت 7 میں وارد تصریح کی روشنی میں کی جاتی ہے، اور یہی "خاص" یا اصطلاحی تقسیم قرار پاتی ہے۔ یوں گویا پہلی تقسیم لغوی مفہوم پر مبنی ہے، جبکہ دوسری تقسیم نصِّ قرآنی سے متعین شدہ ایک اصولی و اصطلاحی درجہ بندی ہے۔ امام ابو بکر جصاصؒ (م 370ھ) نے تفسیر احکام القرآن میں بھی کچھ اسی قسم کی بات کی ہے:

قد بينا في صدر الكتاب معنى المحكم والمتشابه، وأن كل واحد منهما ينقسم إلى معنيين: أحدهما: يصح وصف القرآن بجميعه، والآخر إنما يختص به بعض القرآن دون بعض۔[39]

ہم کتاب کے آغاز میں محکم اور متشابہ کے معنی بیان کر چکے ہیں، اور یہ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے: ایک وہ معنی جو قرآن کے تمام حصوں پر صادق آتا ہے، اور دوسرا وہ جو قرآن کے بعض حصوں کے ساتھ خاص ہے، سب پر نہیں۔

جو قرآن مجید کے تمام حصوں پر صادق آتا ہے وہ اِحکام و تشابہ عام ہے اور لغوی مفہوم میں ہے جبکہ جو بعض حصوں پر صادق آتا ہے وہ احکام و تشابہ خاص ہے اور یہ اصطلاحی مفہوم ہے۔

قرآن کے کلی متشابہ ہونے کی بابت مفسرین کی آراء

آئندہ سطور میں قرآن مجید کے کلی متشابہ ہونے کے حوالے سے مفسرین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

اوّل: امام جصاص کا منہجِ استدلال

امام جصاصؒ الفاظِ قرآن کے اوصاف کے اطلاق میں سیاق اور نوعِ وصف کو بنیادی حیثیت دیتے ہیں۔ اسی اصول کے تحت وہ ان آیات کو بھی دیکھتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کو متشابہ قرار دیا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ تشابہ کا اطلاق یہاں اشکال اور اجمال کے معنی میں نہیں ہوا، بلکہ یہ قرآن کے اسلوب اور ساخت کی وحدت کو ظاہر کرتا ہے۔ امام ابو بکر احمد بن علی رازی حنفیؒ اپنی تفسیر احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

وقال تعالى: {الله نزل أحسن الحديث كتابا متشابها مثاني} فوصف جميعه بالمتشابه۔[40]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ نے بہترین کلام نازل کیا، ایسی کتاب جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے (متشابہ)، بار بار دہرائی جانے والی"۔ یہاں اس نے پورے قرآن کو متشابہ سے متصف کیا ہے۔

اس استدلال سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابو بکر الرازیؒ کے نزدیک اس مقام پر قرآن کو کلی متشابہ کہنا لغوی اور اسلوبی اعتبار سے ہے، یعنی اس کی آیات حسنِ بیان، اعجاز اور معنوی ہم آہنگی میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ لہٰذا یہاں تشابہ سے مراد اجمال یا عدمِ فہم نہیں، بلکہ قرآن کی آیات کا باہمی توافق اور یکسانی ہے، جو اس کے محکم ہونے کے منافی نہیں۔

دوم: امام زمخشریؒ کی تصریح

کی بات کرتے ہیں تو اس وقت قرآن کے تشابہ کو اس کے لغوی معانی کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ آپؒ نے لفظ "متشابھا" کی وضاحت ان الفاظ میں کی کہ:

ومُتَشابِهاً مطلق في مشابهة بعضه بعضا، فكان متناولا لتشابه معانيه في الصحة والإحكام، والبناء على الحق والصدق ومنفعة الخلق، وتناسب ألفاظه وتناصفها في التخير والإصابة، وتجاوب نظمه وتأليفه في الإعجاز والتبكيت۔[41]

اور وہ مطلق طور پر متشابہ ہے، یعنی اس کا بعض حصہ بعض کے ساتھ مکمل مشابہت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ ان باتوں کو بھی شامل کرتا ہے کہ: اس کے معانی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں صحت اور احکام میں، وہ حق اور صدق پر مبنی ہیں اور مخلوق کے لیے نفع بخش ہیں، اس کے الفاظ ایک دوسرے کے ساتھ مناسب اور ہم آہنگ ہیں، انتخاب اور درست ہونے میں بہترین ہیں، اس کا نظم اور تالیف ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہے اعجاز اور تبکیت (دشمنوں کو خاموش کرنے اور الزام تراشی سے روکنے) میں۔

آپؒ نے سورہ زمر کی آیت نمبر 23، جس سے قرآن مجید کے کلی متشابہ ہونے کی دلیل پکڑی جاتی ہے، کے تحت لفظ متشابہ کی وضاحت عمومی اور لغوی مفہوم میں کی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک جب قرآن مجید کو کلیتاً متشابہ کہا جائے گا تو اس سے مراد "تشابہ عام" ہوگا نہ کہ خاص۔

سوم: امام رازیؒ کا موقف

امام رازیؒ سورۃ الزمر کی آیت نمبر 23 کے تحت "کتابا متشابھا" کی وضاحت میں پہلے ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرآن کے کلی متشابہ ہونے سے مراد اس کی آیات کی ایک دوسرے کے ساتھ مماثلت ہے، پھر اس تشابہ کے مفاہیم کو واضح کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہ تشابہ نہیں ہے جو محکم کی ضد ہے بلکہ قرآن متشابہ ہے اس اعتبار سے کہ اس کا ہر حصہ مکمل فصاحت میں برابر، مختلف مقامات پر ایک ہی قصہ بیان کرتے ہوئے بھی یکساں بلاغت والا، ایک دوسرے کی تقویت و تصدیق کرنے والا، اور اس کے تمام علوم و موضوعات کا مقصد دین کی دعوت اور اللہ کی عظمت کا اثبات ہے۔ لکھتے ہیں:

مِنْ صِفَاتِ الْقُرْآنِ قَوْلُهُ تَعَالَى كِتاباً مُتَشابِهاً أَمَّا الْكِتَابُ فَقَدْ فَسَّرْنَاهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ذلِكَ الْكِتابُ لَا رَيْبَ فِيهِ[42] وَأَمَّا كَوْنُهُ مُتَشَابِهًا فَاعْلَمْ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْقُرْآنَ كُلَّهُ مُتَشَابِهٌ. وَقَوْلُهُ: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتابَ مِنْهُ آياتٌ مُحْكَماتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتابِ وَأُخَرُ مُتَشابِهاتٌ[43] يَدُلُّ عَلَى كَوْنِ الْبَعْضِ مُتَشَابِهًا دُونَ الْبَعْضِ. وَأَمَّا كَوْنُهُ كُلِّهِ مُتَشَابِهًا كَمَا فِي هَذِهِ الْآيَةِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَعْنَاهُ أَنَّهُ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَأَقُولُ هَذَا التَّشَابُهُ يَحْصُلُ فِي أُمُورٍ أَحَدُهَا: أَنَّ الْكَاتِبَ الْبَلِيغَ إِذَا كَتَبَ كِتَابًا طَوِيلًا، فَإِنَّهُ يَكُونُ بَعْضُ كَلِمَاتِهِ فَصِيحًا، وَيَكُونُ الْبَعْضُ غَيْرَ فَصِيحٍ، وَالْقُرْآنُ يُخَالِفُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ فَصِيحٌ كَامِلُ الْفَصَاحَةِ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ وَثَانِيهَا: أَنَّ الْفَصِيحَ إِذَا كَتَبَ كِتَابًا فِي وَاقِعَةٍ بِأَلْفَاظٍ فَصِيحَةٍ فَلَوْ كَتَبَ كِتَابًا آخَرَ فِي غَيْرِ تِلْكَ الْوَاقِعَةِ كَانَ الْغَالِبُ أَنَّ كَلَامَهُ فِي الْكِتَابِ الثَّانِي غَيْرُ كَلَامِهِ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، وَاللَّهُ تَعَالَى حَكَى قِصَّةَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَكُلُّهَا مُتَسَاوِيَةٌ مُتَشَابِهَةٌ فِي الْفَصَاحَةِ وَثَالِثُهَا: أَنَّ كُلَّ مَا فِيهِ مِنَ الْآيَاتِ وَالْبَيَانَاتِ فَإِنَّهُ يُقَوِّي بَعْضُهَا بَعْضًا وَيُؤَكِّدُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَرَابِعُهَا: أَنَّ هَذِهِ الْأَنْوَاعَ الْكَثِيرَةَ مِنَ الْعُلُومِ الَّتِي عَدَدْنَاهَا مُتَشَابِهَةٌ مُتَشَارِكَةٌ فِي أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا بِأَسْرِهَا الدَّعْوَةُ إِلَى/ الدِّينِ وَتَقْرِيرُ عَظَمَةِ اللَّهِ، وَلِذَلِكَ فَإِنَّكَ لَا تَرَى قِصَّةً مِنَ الْقِصَصِ إِلَّا وَيَكُونُ مُحَصِّلُهَا الْمَقْصُودَ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ،

فَهَذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ كَوْنِهِ مُتَشَابِهًا، وَاللَّهُ الْهَادِي.[44]

قرآن کی صفات میں سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "کِتَابًا مُتَشَابِهًا" اب "کتاب" کی تفسیر تو ہم نے پہلے آیت "ذَلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ" میں کر دی ہے۔ رہی بات اس کے "مُتَشَابِهًا" ہونے کی، تو جان لو کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پورا قرآن متشابہ ہے۔ اور اللہ کا فرمان: "هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ متشابہ ہے اور کچھ نہیں۔ اب یہاں پورے قرآن کو متشابہ کہنے کا مطلب کہ قرآن کا کچھ حصہ دوسرے حصے سے مشابہت رکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تشابہ کئی امور میں پائی جاتی ہے: پہلا: ایک فصیح و بلیغ ادیب جب کوئی طویل کتاب لکھتا ہے تو اس کی بعض الفاظ فصیح ہوتے ہیں اور بعض غیر فصیح۔ لیکن قرآن اس سے مختلف ہے؛ کیونکہ اس کا ہر حصہ مکمل فصاحت والا ہے۔ دوسرا: ایک فصیح شخص جب کسی ایک واقعہ کے بارے میں فصیح الفاظ میں کتاب لکھتا ہے، تو اگر وہ دوسرا واقعہ مختلف ہو تو عام طور پر اس کی دوسری کتاب کے الفاظ پہلی کتاب سے مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قصہ کو قرآن میں کئی جگہ بیان کیا ہے اور ہر جگہ فصاحت میں برابر اور مشابہ ہے۔ تیسرا: قرآن میں جو بھی آیات اور بیانات ہیں، وہ ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ چوتھا: قرآن میں جو مختلف علوم اور موضوعات ہیں، وہ سب اس بات میں مشابہ اور شریک ہیں کہ ان سب کا مقصد دین کی طرف دعوت دینا اور اللہ کی عظمت کو ثابت کرنا ہے۔ اسی لیے تم کوئی بھی قصہ دیکھو گے تو اس کا نتیجہ اور حاصل وہی مقصد ہو گا جو ہم نے ذکر کیا۔ یہی ہے اس بات کا مطلب کہ قرآن متشابہ ہے۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

امام رازیؒ نے کلی تشابہ سے مراد تشابہ عام یعنی لغوی مفہوم لیا ہے جس کے مطابق قرآن مجید کی آیات کا حسن بیان، اعجاز اور معنوی ہم آہنگی میں ایک دوسرے کے مشابہ ہونا ہے لہذا یہاں تشابہ سے مراد اجمال یا عدم فہم نہیں بلکہ آیات قرآنیہ کا باہمی توافق ہے جو اس کے محکم ہونے کے منافی نہیں۔

چہارم: امام قرطبیؒ کی رائے

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے تشابہ خاص کے مفہوم میں قرآن کے کلیتاً متشابہ ہونے کی نفی کی ہے۔ ان کے نزدیک قرآن ایک منظم، مضبوط اور حقانی کلام ہے، جس کی بعض آیات ایک دوسرے کی مشابہت رکھتی ہیں اور بعض ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں، جس سے کتاب کی وحدت اور قوت ظاہر ہوتی ہے۔ علامہ قرطبی اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ قرآن کلی متشابہ نہیں بلکہ بعض بعض کے متشابہ ہے:

> قلت: وليس هذا من معنى الآية في شي، فإن قوله تعالى:" كتاب أحكمت آياته" أي في النظم والرصف وأنه حق من عند الله. ومعنى" كتابا متشابها، أي يشبه بعضه بعضا ويصدق بعضه بعضا. وليس المراد بقوله:" آيات محكمات وأخر متشابهات" هذا المعنى، وإنما المتشابه في هذه الآية من باب الاحتمال والاشتباه، من قوله:" إن البقر تشابه علينا" «3» أي التبس علينا، أي يحتمل أنواعا. كثيرة من البقر.[45]

میں کہتا ہوں: آیت کے معنی میں سے اس میں کوئی شے نہیں ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ "کتب احکمت ایتہ۔ یعنی

نظم اور رصف میں اس کی آیات پختہ اور مضبوط ہیں اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہیں اور کتابا متشابھا کا معنی ہے کہ اس کی بعض آیات بعض کی مشابہ ہیں اور بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں۔ قول باری تعالیٰ ایت محکمات و اخر متشابھات سے مراد یہ نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں متشابہ احتمال اور اشتباہ کے باب سے ہے جو اس قول میں ہے اِن البقر تشابہ علینا یعنی ہم پر ملتبس ہوگیا یعنی یہ گائیوں میں سے بہت سی انواع کا احتمال ہے رکھتا ہے۔

علامہ قرطبی کی تشریح کے مطابق، قرآن کی آیات کا باہمی تعلق ایک ایسا مضبوط اور منظم نظام ہے جس میں تشابہ اور تصدیق دونوں شامل ہیں، جو اس کی صداقت اور بلندی کی دلیل ہے۔ یہ تصور قرآن کی زبان وبلاغت اور مفہوم کی پیچیدگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مددگار ہے۔

پنجم: کلی متشابہ ہونے کا شبہ اور قاضی ثناء اللہؒ کا ازالہ

ایک طرف قرآن کی آیت "کتب احکمت آیاته" تمام قرآن کو محکم قرار دیتی ہے، یعنی ایسا کلام جو فسادِ معنی اور ضعفِ عبارت سے پاک ہو، جس پر کوئی نکتہ چینی یا اعتراض ممکن نہ ہو۔ دوسری طرف آیت کتاباً متشابہاً سے یہ تاثر ملتا ہے کہ پورا قرآن متشابہ ہے، یعنی اس میں بعض آیات کا مفہوم واضح ہے اور بعض کی تاویل یا معنی خفی ہیں۔ اس اختلاف کا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرآن کلی طور پر محکم ہے یا کلی طور پر متشابہ قاضی ثناء اللہ پانی لکھتے ہیں:

> ایک شبہ آیت: الرکتاب احکمت ایاتہ بتارہی ہے کہ تمام آیات محکم ہیں لیکن دوسری آیت میں: کتابا متشابھا آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا قرآن متشابہ ہے اور اس جگہ بعض آیات کو محکم اور بعض کو متشابہ قرار دیا ہے یہ اختلاف بیان کیوں ہے۔ ازالہ پورے قرآن کے محکم ہونے کا یہ معنی ہے کہ تمام قرآن فساد معنی اور ضعف عبارت سے محفوظ ہے ایسا محکم ہے کہ کوئی اس پر نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔ نہ مقابلہ کر سکتا ہے اور پورے قرآن کے متشابہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ حسن اور کمال میں سارا قرآن ایک جیسا ہے تمام آیات باہم حسن میں متشابہ ہیں اور اس جگہ تفریق و تقسیم سے مراد یہ ہے کہ بعض آیات کے معانی واضح ہیں (کہ مراد کا تعدد ممکن ہی نہیں) اور بعض کے خفی ہیں (کہ بغیر شارع کے بیان کے معلوم نہیں ہوسکتے)۔[46]

قاضی ثناء اللہ پانی کے مطابق اس اختلاف میں تضاد نہیں بلکہ تفریق ہے۔ تمام قرآن محکم ہے اس لحاظ سے کہ اس کی عبارت مضبوط، کامل اور بلاغت میں اعلیٰ ہے، جس پر اعتراض یا ضعف کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ کلی متشابہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کے تمام حصے حسن و کمال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مشابہ اور ہم آہنگ ہیں، اس طرح قرآن کی کلی محکمیت اور کلی متشابہیت کا تصور متضاد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مکمل کرنے والے ہیں: محکمیت عبارت کی صداقت اور استحکام کو ظاہر کرتی ہے، جبکہ متشابہیت معانی کی گہرائی اور پیچیدگی کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کی حقیقت کو سمجھنے میں یہ دونوں پہلو اہم ہیں اور دونوں کے بغیر قرآن کی جامع تشریح ممکن نہیں۔

قرآن کے کلی متشابہ ہونے کے بارے ماہرین علوم القرآن کے مواقف

قرآن مجید کے کلی متشابہ ہونے کے حوالے سے جید مفسرین کی آراء جاننے کے بعد آئندہ سطور میں ماہرینِ علوم القرآن کی آراء کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

اوّل: امام زرکشی کی رائے

امام زرکشیؒ نے ابن حبیب نیشاپوری سے قرآن کے متشابہ اور محکم ہونے کی بابت تین اقوال نقل فرمائے: پہلا یہ کہ پورا قرآن محکم ہے، دوسرا یہ کہ پورا قرآن متشابہ ہے، اور تیسرا یہ کہ قرآن میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں۔ پھر آپ نے ان میں سے تیسرے قول کو اختیار کر کے پہلے اور دوسرے کو رد کیا اور اسے اپنا موقف قرار دیا۔ اس سے آپ کے نزدیک یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کے کلی طور پر "محکم" کہلانے کا مطلب اس کی آیات کا متقن و مستحکم ہونا ہے، جبکہ کلی طور پر "متشابہ" کہلانے کا مطلب اس کی آیات کا ایک دوسرے سے ہم آہنگی، تناسب اور باہمی تقویت ہے۔ آپ کا تیسرے قول کو ترجیح دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اصطلاحی محکمات اور متشابہات قرآن میں موجود ہیں۔ اس تقسیم کا تسلیم کر لینا پورے قرآن کے کلی متشابہ ہونے کی نفی کرتا ہے، کیونکہ محکمات کو کتاب کی بنیاد اور ام قرار دیا گیا ہے جو متشابہات سے ممتاز ہیں۔

> وقد حكى الحسين بن محمد بن حبيب النيسابوري في هذه المسألة ثلاثة أقوال:أحدها: أن القرآن كله محكم لقوله تعالى: {كتاب أحكمت آياته}[47] والثاني: كله متشابه لقوله تعالى: {الله نزل أحسن الحديث كتابا متشابها}[48] والثالث: -وهو الصحيح- أن منه محكما ومنه متشابها لقوله تعالى: {منه آيات محكمات هن أم الكتاب}[49،50]

> اس مسئلہ کی بابت حسین بن حبیب نیشاپوریؒ سے تین اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ پہلا، یہ کہ پورا قرآن محکم ہے، جیسا کہ آیت "کتاب أحکمت آیاتہ" سے استدلال کیا جاتا ہے؛ دوسرا قول یہ ہے کہ پورا قرآن متشابہ ہے، جیسا کہ آیت "کتابا متشابھا" میں بیان ہوا؛ اور تیسرا قول، جو کہ درست ہے، یہ ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ محکم ہے اور کچھ متشابہ، جیسا کہ مذکورہ آیت "منہ آیات محکمات ھن أم الکتاب" اس کی صریح دلیل ہے۔

امام بدر الدین زرکشیؒ نے ان تینوں اقوال میں سے تیسرے قول کہ ان میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی، درست قرار دیا ہے۔ یعنی آپؒ محکم و متشابہ کے اصطلاحی معانی میں کلی قرآن کے محکم یا کلی متشابہ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

دوم: امام سیوطیؒ کی رائے

علامہ سیوطیؒ نے بھی ابن حبیب نیشاپوریؒ کے تینوں اقوال نقل کرنے کے بعد تیسرے قول کو ہی درست قرار دیا اور جو آیات قرآن کے کلی محکم یا کلی متشابہ ہونے پر دال ہیں ان کی بابت آپؒ نے وضاحت کی کہ وہ عام اور لغوی مفہوم میں وارد ہوئی ہیں:

> الثالث وهو الصحيح انقسامه إلى محكم ومتشابه للآية المصدر بها والجواب عن الآيتين أن المراد بإحكامه إتقانه وعدم تطرق النقص والاختلاف إليه وبتشابهه كونه يشبه بعضه بعضا في الحق والصدق والإعجاز.[51]

> تیسرا قول ہی درست ہے، یہ کہ قرآن محکم اور متشابہ آیات پر مشتمل ہے، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے جس سے بحث کا آغاز کیا گیا ہے۔ پہلی دو آیات کے جواب میں کہا گیا ہے کہ احکام سے مراد قرآن کی پختگی اور اس میں کسی کمی یا تضاد کا نہ پایا جانا ہے اور اور اس کے تشابہ سے مراد یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض سے حق، صدق اور اعجاز میں مشابہت رکھتا ہے۔

سوم: ابن عقیلہ کا نقطہ نظر

ابن عقیلہ المکیؒ کی تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی آیات کے وصف تشابہ کو دو سطحوں پر سمجھنے کے قائل ہیں۔ ایک

جہت وہ ہے جس میں قرآن اپنے عمومِ اسلوب اور وحدتِ بیان کے اعتبار سے کلی طور پر متشابہ قرار پاتا ہے، یعنی اس کے تمام اجزاء حقانیت، صدق اور اعجاز میں باہم مماثل اور ہم آہنگ ہیں۔ دوسری جہت اصطلاحی ہے، جس کے تحت آیات کی تقسیم محکمات اور متشابہات میں کی جاتی ہے۔ اس طرح وہ کلی اور اصطلاحی مفہوم کے درمیان امتیاز قائم کر کے دونوں نصوص میں تطبیق کی صورت پیش کرتے ہیں:

وأما ما دل على أنه بكليته متشابه، فهو قوله تعالى: {اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ[52] ، والمعنى: أنه يشبه بعضه بعضًا في الحُسن ويصدِّق بعضه بعضًا. وإليه الإشارة بقول الله تعالى: {وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا[53] ، أي: لكان بعضه واردًا على نقيض الآخر، ولتفاوت نسق الكلام في الفصاحة و الركاكة.[54]

اور جو چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن اپنی کلیت میں متشابہ ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کا بعض حصہ بعض سے حسن میں مشابہ ہے اور بعض بعض کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان سے: وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡهِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا یعنی اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے، یعنی بعض حصہ دوسرے کے خلاف آتا اور کلام کے نسق میں فصاحت اور رکاکت کا فرق ہوتا۔

ابن عقیلہ المکیؒ نے محکم و متشابہ کی بحث میں قرآن کی دو سطحوں پر تفریق کی ہے: پہلی سطح لغوی اور عمومی اعتبار سے ہے جہاں پورا قرآن متشابہ قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ اس کی آیات حسن، فصاحت، بلاغت اور معانی میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں، باہمی تصدیق کرتی ہیں اور کوئی اختلاف یا رکاکت نہیں پاتی۔ دوسری سطح اصطلاحی اور شرعی اعتبار سے ہے جہاں سورہ آل عمران کی آیت کے تحت قرآن میں محکم اور متشابہ دونوں قسمیں موجود ہیں۔ یہ دونوں دلائل کو جمع کرنے کا طریقہ ہے کہ لغت کے لحاظ سے کلی متشابہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ اصطلاح میں تقسیم قائم رہتی ہے، پس قرآن دونوں اعتبارات سے درست بیان کیا جاتا ہے بغیر تناقض کے، اور یہ موقف امام زرکشیؒ اور امام سیوطیؒ سے ہم آہنگ ہے جو محکم و متشابہ دونوں کی موجودگی کو تسلیم کرتا ہے۔

قرآن مجید کے کلی متشابہ ہونے کے اطلاقات

مفسرین اور ماہرین علوم قرآن کے مؤاقف و آراء کو دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کا کلیتاً متشابہ ہونے سے مراد اس کا عموم اور لغوی مفہوم میں وارد ہونا ہے جس کے درج ذیل اطلاقات ہیں:

- اعجاز قرآن
- فصاحت و بلاغت
- مواقع و مفاہیم

کلی متشابہ بمعنیٰ اعجاز قرآن

قرآن کا کلی متشابہ ہونا قرآن کا اعجاز ہے محقق عظیم محمد فاروق النبہان، المدخل إلى علوم القرآن الكريم، میں لکھتے ہیں:

وما أجمل أن تظل مظاهر الإعجاز معجزة على الفهم، يقف المفسرون أمامها عاجزين لا يقدرون على شيء من فهمها، وتظل آراؤهم واجتهاداتهم قاصرة عن إدراك جوانب العظمة في القرآن الكريم، في فواتح السور وخواتمها، في حروف التهجي، في رسم القرآن، في كل متشابه،

يؤكد عظمة الإعجاز، وسمو النص القرآني، وما أجمل أن تظل الم، المص، المر، حم، طسم، وطه، وق آيات محكمات معجزات، يدرك العقل عظمة الحرف في أداء معناه، وتدرك الفطرة ما لا يدركه العقل من جوانب الفهم، ويقف أصحاب القلوب اليقظة خاشعين ينصتون إلى صوت القارئ وهو يردد هذه الأحرف الناطقة، فيفهمون بقلوبهم وفطرتهم ما لا يفهمه العقلاء من العلماء الذين حجبهم علمهم عن إدراك كثير من الحقائق، وانصرفت هممهم إلى استنطاق الأحرف الصامتة، والأحرف لا تنطق، لأنها تخاطب القلوب ولا تخاطب العقول، وما أقسى حجاب العقول وهي تصرف الهمم عن الفهم الصحيح إلى استعمال أقيسة ضيقة الأفق، لا تلهم-[55]

قرآن کے معجزات اپنی اصل حالت پر قائم رہیں کہ مفسرین بھی ادراک نہ کر سکیں، کچھ کہنے یا پوری طرح سمجھنے کی قدرت نہ رکھ سکیں۔ ان کی ساری آراء اور کوششیں قرآن کی اصل عظمت کو پوری طرح نہ پا سکیں: چاہے وہ سورتوں کے آغاز و اختتام ہوں، حروفِ مقطعات ہوں، قرآن کا رسم الخط ہو، قرآن کے کلی متشابہ ہونے میں قرآن کے اعجاز کی عظمت کو اور زیادہ نمایاں کرتی ہے۔ اور کیا ہی خوب ہے کہ الم، المص، المر، حم، طسم، طہ، ق جیسے حروف اور آیات اسی طرح محکم، مضبوط اور معجز رہیں؛ کہ عقل ان کے ادا ہونے میں ایک خاص شان محسوس کرے، اور انسان کی سادہ فطرت وہ کچھ سمجھ لے جو صرف عقل کی حدوں میں قید نہیں۔ ایسے لوگ جن کے دل زندہ ہوں، جب قاری کی زبان سے یہ حروف سنتے ہیں تو ایک عجب خشوع اور گہرا تاثر محسوس کرتے ہیں اور اپنے دل اور فطرت سے وہ کچھ پا لیتے ہیں جس تک کئی بڑے بڑے علما نہیں پہنچ پاتے؛ کیونکہ ان کے علم نے ہی ان پر ایک پردہ ڈال رکھا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ذہن کو انہی خاموش حروف سے کوئی بات کھینچ کر نکالنے میں لگا دیتے ہیں، لیکن حروف تو زبان سے نہیں بولتے وہ دل سے بات کرتے ہیں، عقل سے نہیں۔ اور عقل کا حجاب بھی عجیب سخت ہوتا ہے یہ انسان کو صحیح سمجھ تک پہنچنے سے روک دیتا ہے، اور اسے تنگ نظری والے قیاسات اور خشک اصولوں میں الجھا دیتا ہے جو نہ کوئی روشنی دکھاتے ہیں اور نہ کوئی الہامی فہم عطا کرتے ہیں۔

لہٰذا قرآن کے کلی متشابہ ہونے میں ایک گہرا اور لازوال اعجاز مضمر ہے جو انسانی فہم کی حدود سے ماوراء ہے، اور اس کے اس راز کو جاننے کے لیے دل کی پاکیزگی اور روحانی بینائی کی ضرورت ہے۔

کلی متشابہ باعتبار فصاحت وبلاغت

کلی متشابہ سے مراد فصاحت وبلاغت ہے۔ محمد عبد المنعم، القیعي والأصلان في علوم القرآن، میں لکھتے ہیں:

وظاهر هذا أن الكتاب كله متشابه، ولأجل هذه النصوص اختلف الناس؛ فمنهم مَن قال: الكتاب كله محكم.. ومنهم مَن قال: كله متشابه.. ومنهم مَن قال: منه المحكم ومنه المتشابه.ومما لا شك فيه سلامة القرآن من التناقض في الأحكام. فإن أردنا بالمحكم الإتقان؛ فكله محكم.. وإن أردنا أن بعضه يشبه بعضًا في البلاغة والتنزه عن الخطأ؛ فكله متشابه.. وإن أردنا بالمحكم الأصول والضوابط الكلية، وأردنا بالمتشابه الجزئيات والفروع؛ جزمنا بأنه على هذا منه المحكم ومنه المتشابه.[56]

اور اس کتاب کا ظاہر یہ ہے کہ پورا قرآن متشابہ ہے۔ اور یہی وہ نصوص ہیں جن کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا: بعض نے کہا کہ پورا قرآن محکم ہے، کچھ نے کہا کہ پورا قرآن متشابہ ہے، اور کچھ نے کہا کہ قرآن کا ایک حصہ محکم ہے اور ایک حصہ متشابہ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اپنے احکام میں ہر طرح کے تضاد سے پاک ہے۔ پس اگر ہم محکم سے مراد مضبوطی اور کامل استحکام لیں تو پورا قرآن محکم ہے۔ اور اگر ہم متشابہ سے مراد یہ لیں کہ اس کے تمام حصے آپس میں فصاحت و بلاغت میں، اور غلطی و نقص سے پاک ہونے میں، ایک دوسرے سے مشابہ ہیں تو اس معنی میں پورا قرآن متشابہ ہے۔ اور اگر محکم سے مراد ہم اصول اور کلی ضوابط لیں، اور متشابہ سے جزئیات اور فروع مراد لیں، تو اس معنی میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ محکم ہے اور کچھ حصہ متشابہ۔

کلی قرآن کو متشابہ سمجھنا ممکن ہے اگر ہم متشابہ کا مفہوم بلاغت، فصاحت اور غلطی سے پاک ہونا لیں، یعنی قرآن کا ہر حصہ ایک دوسرے سے اس لحاظ سے مشابہ ہے کہ سب کی فصاحت، بیان کی نرمی اور کمال ایک جیسا ہے۔ دوسری جانب اگر محکم کو کامل استحکام، مضبوطی اور بے عیب ہونا سمجھیں تو قرآن کا پورا متن محکم ہے، کیونکہ قرآن کے احکام اور بیانات میں کوئی تضاد یا کمزوری نہیں پائی جاتی۔ مزید برآں، اگر ہم محکم کو اصول و کلی ضوابط کے معنی میں لیں اور متشابہ کو جزوی تفصیلات، فروع اور اختلافی صورتوں کے طور پر دیکھیں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ محکم ہے اور کچھ حصہ متشابہ ہے۔ لہٰذا کلی متشابہ کو محض اختلاف، تضاد یا مبہم ہونا نہیں بلکہ ایک وسیع معنویت میں لیا گیا ہے جو قرآن کی بلاغت، جمال اور اس کی ساخت کی ہم آہنگی کو ظاہر کرتا ہے۔

کلی متشابہ بمعنیٰ مواقع و مفاہیم

متشابہات اپنے اپنے مقامات میں اور مواقع کے لحاظ سے مختلف مرادوں کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ آیات کو باہم مضبوط کرتے ہیں۔ محمد الطاہر بن عاشور لکھتے ہیں:

والمعنى أنه تشابه في الحسن والبلاغة والحقية، وهو معنى (ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا(فلا تعارض بين هذه الآيات: لاختلاف المراد بالإحكام والتشابه في مواضعها، بحسب ما تقتضيه المقامات.[57]

اور معنی یہ ہے کہ حسن، بلاغت اور حقانیت میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں، اور یہی معنی ہے اس فرمان کا: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا پس ان آیات کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ احکام اور تشابہ سے مراد مختلف مقامات میں مختلف ہے، جیسا کہ مقامات کا تقاضا کرتے ہیں۔

علامہ محمد الطاہر بن عاشور کا یہ بیان تفسیر و علوم قرآن میں محکم و متشابہ کے مفاہیم کی گہرائی اور تنوع کو بخوبی واضح کرتا ہے۔ ان کے مطابق: کلی متشابہ سے مراد قرآن کی وہ آیات ہیں جو حسن، بلاغت، اور صداقت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مشابہ ہوتی ہیں۔ یعنی قرآن کا ہر حصہ دوسرے حصوں کے ساتھ جمالیاتی اور معنوی ہم آہنگی رکھتا ہے۔ قرآن میں کہیں بھی تضاد یا تنازعہ نہیں پایا جاتا، کیونکہ آیات کے محکم اور متشابہ ہونے کا تعلق ان کے مختلف مقامات، مواقع اور سیاق و سباق سے ہوتا ہے۔

قرآن کے کلی عدم متشابہ پر دلیل

قرآن کے کلی عدم تشابہ پر قرآن ہی شاہد ہے اور قرآن مجید سے ہی ثابت ہے کہ قرآن کلی متشابہ نہیں ہے۔ اول ذیل کی

آیت سے ثابت ہے کہ قرآن کلی متشابہ نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ -فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ -كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا -وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔[58]

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

آیتِ مذکورہ میں کنائی الفاظ میں نہیں بلکہ محکم انداز میں حق تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ اس کی آیات بعض متشابہ اور بعض محکم ہیں۔ اگر قرآن کلی متشابہ ہوتا تو لفظ "اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ" کے ساتھ "وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ" نہ آتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کلی متشابہ نہیں ہے۔ اس پر کئی آیات شاہد ہیں لیکن اسی پر اکتفا کرتو ہوں اور متشابہ کی کئی حکمتیں اور معانی مراد ہیں۔

قرآن کے کلی عدم متشابہ پر حدیث سے دلیل

قرآن مجید کی تفسیر و تشریح میں آیات کے دو اقسام کا تذکرہ ملتا ہے: محکم آیات اور متشابہ آیات۔ محکم آیات وہ ہیں جن کا مفہوم واضح، یقینی اور غیر متضاد ہوتا ہے جبکہ متشابہ آیات ایسے مفاہیم پر مشتمل ہوتی ہیں جن کی تشریح اور تاویل میں اختلاف یا اشکال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس موضوع پر قرآنی آیت اور اس کی تشریح میں حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، جو قرآن کی کلی صفات اور اس کی متشابہ یا محکم ہونے کی حقیقت کو واضح کرتی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: تَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلا أُولُو الأَلْبَابِ[59] ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ ".[60]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہا: رسول الل ﷺ نے تلاوت فرمائیں: "وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، اس میں سے محکم آیتیں ہیں، وہی اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہ آیات ہیں، پھر وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ان آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو ان میں سے متشابہ ہیں۔ ان کا حقیقی معنی اللہ اور ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا جو علم میں راسخ ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم ان پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور دانائی رکھنے والوں کے سوا کوئی (ان سے) نصیحت حاصل نہیں کرتا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن میں سے متشابہ کے پیچھے پڑتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے، لہٰذا ان سے بچ کر رہو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم نے فرمایا: "مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کلی متشابہ نہیں اگر قرآن کلی متشابہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ ہرگز لفظ "وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" ارشاد نہ

فرماتے۔ لہذا قرآن کلی متشابہ نہیں۔

کلی عدم متشابہ کا ثبوت

حضور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں قرآن کے بارے میں واضح فرمایا گیا ہے کہ قرآن کا کوئی حصہ محکم ہے اور کوئی حصہ متشابہ۔ اگر پورا قرآن کلی طور پر متشابہ ہوتا تو آپ ﷺ قطعی طور پر لفظ "وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" استعمال نہ فرماتے۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی مکمل کلی متشابہ ہونا درست نہیں بلکہ قرآن کی بعض آیات محکم اور بعض آیات متشابہ ہیں۔

حاصل بحث

قرآنِ مجید میں "تشابہ" کا لفظ ایک سے زیادہ معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک طرف اس سے آیاتِ قرآنیہ کی باہمی مماثلت، حسنِ نظم، فصاحت، بلاغت، حقانیت اور اعجاز مراد ہے، اور اس اعتبار سے پورا قرآن "کتابًا متشابہًا" کہلایا جا سکتا ہے، جبکہ دوسری طرف "متشابہ" سے وہ آیات مراد ہیں جن کا مفہوم واضح نہ ہو، جن میں تاویل، قرینہ یا کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہو، اور اس اصطلاحی معنی کے اعتبار سے قرآن میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ لہذا قرآن کے کلی متشابہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ اس کے معانی مبہم یا ناقابلِ فہم ہیں، بلکہ اس کا مقصود قرآن کی آیات کا باہمی حسن، ہم آہنگی اور اعجاز ہے۔ البتہ سورۂ آلِ عمران کی آیت کی روشنی میں یہ حقیقت بھی ثابت ہے کہ قرآن میں بعض آیات محکم ہیں جو اصلِ کتاب ہیں، اور بعض متشابہ ہیں جن سے گمراہ لوگ فتنہ انگیزی کے لیے چمٹتے ہیں۔ اس طرح مفسرین کرام اور ماہرین علوم قرآن کی آراء کے تنوع کے باوجود راجح بات یہی ہے کہ قرآن اپنے مجموعی وصف کے لحاظ سے متشابہ بھی ہے اور محکم بھی، اور یہی تطبیق قرآن کی عظمت، جامعیت اور اعجاز کو مزید نمایاں کرتی ہے۔

References

1 Kīrānwī, Waḥīd al-Zamān, *al-Qāmūs al-Wāḥid* (Lahore: Idārah Islāmiyāt, 2001), p. 839.

2 Ibn Manẓūr al-Ifrīqī, Muḥammad b. Mukarram, *Lisān al-ʿArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH), vol. 13, p. 503.

3 Ibid.

4 Ibid.

5 Kīrānwī, *al-Qāmūs al-Wāḥid*, p. 839.

6 Ibn Manẓūr, *Lisān al-ʿArab*, vol. 13, p. 504.

7 Ibid.

8 Riḍā, Muḥammad Rashīd, *Tafsīr al-Manār* (Cairo: al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah lil-Kitāb, 1990), vol. 3, p. 135.

9 Al-Qurʾān, 54:14.

10 Al-Qurʾān, 39:56.

11 Al-Qurʾān, 31:34.

12 al-Zarkashī, Abū ʿAbd Allāh Badr al-Dīn Muḥammad, *al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān*, ed. Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm (Cairo: Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-ʿArabiyyah, 2001), vol. 2, p. 70.

13 Ibn ʿAṭiyyah, Abū Muḥammad ʿAbd al-Ḥaqq, *al-Muḥarrar al-Wajīz fī Tafsīr al-Kitāb al-ʿAzīz* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1422 AH), vol. 1, p. 400.

14 Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Aḥmad b. Ḥalīm, *Majmūʿ al-Fatāwā*, ed. ʿAbd al-Raḥmān b. Muḥammad b. Qāsim (Madinah: Majmaʿ al-Malik Fahd, 1416 AH), vol. 3, p. 62.

15 al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn ʿAbd al-Raḥmān b. Abī Bakr, *al-Itqān fī ʿUlūm al-Qurʾān*, ed. Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm (Cairo: al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah lil-Kitāb, 1394 AH), vol. 3, p. 4.

16 Ibid.

17 Ibid.

18 Ibid.

19 Ibid.

20 Ibid.
21 Ibid.
22 Ibid.
23 Ibid.
24 Ibid.
25 Ibid, vol. 3, p. 5.
26 Ibid.
27 Ibid.
28 Ibid.
29 al-Zarqānī, Muḥammad ʿAbd al-ʿAẓīm, *Manāhil al-ʿIrfān fī ʿUlūm al-Qurʾān* (Cairo: Maṭbaʿat ʿĪsā al-Bābī al-Ḥalabī, n.d.), vol. 2, p. 272.
30 Ibid.
31 Ibid.
32 Ibid.
33 Ibid, vol. 2, p. 273.
34 Ibid.
35 Ibid, vol. 2, p. 274.
36 Shah Walī Allāh, Aḥmad, *al-Fawz al-Kabīr fī Uṣūl al-Tafsīr*, trans. Salmān al-Ḥusaynī al-Nadwī (Lahore: Shaykh Muḥammad Bashīr & Sons, 1407 AH), pp. 131–132.
37 Saʿdī, Abū al-Jayb, *al-Qāmūs al-Fiqhī: Lughat wa Iṣṭilāḥan* (Damascus: Dār al-Fikr, 1988), p. 190.
38 Ibn al-ʿArabī, Muḥammad b. ʿAbd Allāh al-Qāḍī Abū Bakr al-Maʿāfirī al-Ashbīlī al-Mālikī, *Qānūn al-Taʾwīl*, ed. Muḥammad Sulaymānī (Jeddah/Beirut: Dār al-Qiblah lil-Thaqāfah al-Islāmiyyah, 1406 AH), p. 368.
39 al-Jaṣṣāṣ, Abū Bakr Aḥmad b. ʿAlī, *Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1999), vol. 2, p. 280.
40 Ibid.
41 Ibid.
42 Al-Qurʾān, 2:2.
43 Al-Qurʾān, 3:7.
44 al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad, *Mafātīḥ al-Ghayb (al-Tafsīr al-Kabīr)* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-ʿArabiyyah, 1376 AH), vol. 26, p. 446.
45 al-Qurṭubī, Muḥammad b. Aḥmad b. Abī Bakr, *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1426 AH), vol. 4, p. 10.
46 Thānāʾ Allāh Pānīpatī, *Tafsīr Maẓharī*, trans. Ḍiyāʾ al-Muṣannifīn (Lahore: Maktabah Ḍiyāʾ al-Qurʾān, 2002), vol. 2, p. 18.
47 Al-Qurʾān, 11:1.
48 Al-Qurʾān, 39:23.
49 Al-Qurʾān, 3:7.
50 al-Zarkashī, *al-Burhān*, vol. 2, p. 68.
51 al-Suyūṭī, *al-Itqān*, vol. 3, p. 3.
52 Al-Qurʾān, 39:23.
53 Al-Qurʾān, 4:82.
54 Ibn ʿAqīlah, Muḥammad b. Aḥmad b. Saʿīd al-Ḥanafī al-Makkī, *al-Ziyādah wa al-Iḥsān fī ʿUlūm al-Qurʾān* (Sharjah: Markaz al-Buḥūth, University of Sharjah, 1427 AH), vol. 5, pp. 7–8.
55 al-Naḥḥān, Muḥammad Fārūq, *al-Madkhal ilā ʿUlūm al-Qurʾān al-Karīm* (Aleppo: Dār ʿĀlam al-Qurʾān, 1426 AH/2005), p. 124.
56 al-Qīʿī, Muḥammad ʿAbd al-Munʿim, *al-Aṣl fī ʿUlūm al-Qurʾān* (Cairo: Faculty of Uṣūl al-Dīn, al-Azhar University, 1417 AH), p. 48.
57 Ibn ʿĀshūr, Muḥammad al-Ṭāhir, *Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanwīr* (Tunis: Dār al-Tūnisiyyah lil-Nashr, 1984), vol. 3, p. 156.
58 Al-Qurʾān, 3:7
59 Ibid.
60 Muslim b. al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī), Kitāb al-ʿIlm, Bāb al-Nahy ʿan Ittibāʿ al-Mutashābih…, ḥadīth no. 6775.